ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

ڈاکٹر سید امجد حسین کی خاکہ نگاری

Sketch by Dr. Syed Amjad Hussain

نیلم تاج

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبۂ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ڈاکٹر نذر عابد

سابق صدر شعبۂ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ڈاکٹر الطاف حسین یوسف زئی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

Neelam Taj
Ph.D Scholar ,Department of Urdu, Hazara University Mansehra
Dr. Nazar Abid
Ex, Head of Urdu department , Hazara University Mansehra
Dr. Altaf Hussain Yousafzai
Associate Professor , Department of Urdu, Hazara University Mansehra

Abstract:
Sketching is the name of character reflection .In English it is called Sketch is also a genre like essay ,fiction ,novel and drama. Painting skill is a test, these are the skills on the basis of which the painting of a figure can be complete and successful. some genres appear to be very simple from the technical point of view ,but they are actually very complex. It is the genre.it is called the art of gestures. Sketches have a great ability to encompass very aspect of life. Dr. syed Amjad Hussain, apart from essay Writing ,column Writing and letter Writing ,also in the field of sketching ,the essence of his extraordinary creativity and wisdom ,the literary importance of Dr.syed Amjad Hussain is not less. Skill, creative use of language, enormous power on narrative, because of the extraordinary moral courage of the truth, the hold a separate and high position among their predecessors and contemporary cartoonists. And not decorated with unreal qualities or flaws ,but there were positive or negative truths in his personality, presented them with great honesty and this is the distinction of good Sketching.

Keywords: sketching , painting, Dr. syed amjid Hussain, letter Writing, literary, contemporary, distinction, Sketching

خاکہ نگاری شخصیت کی عکاسی کا نام ہے۔اسے انگریزی میں اسکیچ کہتے ہیں۔بنیادی طور پر یہ لفظ تصویر کشی کے فن سے تعلق رکھتا ہے جہاں اُن بنیادی یا اولین آڑھے ترچھے خطوط کو خاکہ کہا جاتا ہے۔جن کی بنیاد پر متعلقہ موضوع کی مکمل تصویر ممکن ہو سکے

۔مصوری میں کسی شخص کی مکمل اور بعینہ تصویر کو پورٹریٹ یا مرقع کا نام دیا جاتا ہے۔جب اس کے ابتدائی اور مختصر خطوط کو اسکیچ کہا جاتا ہے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کشاف تنقیدی اصطلاحات میں لکھتے ہیں:

"ادب کی جس صنف کے لیے انگریزی میں سکیچ یا پن پورٹریٹ(pen-portreit)
کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔اُردو میں اسے خاکہ کہتے ہے"۔(۱)

خاکہ لفظ خ علوم کی مختلف شعبہ جات میں اس کی بنیادی صورت کو کہا جاتا ہے جس پر عمل کو پھیلا کر تکمیل تک پہنچایا جائے۔مثلاً کسی منصوبے کا خاکہ تیار کرنا کسی عمارت کے لیے خاکہ بنانا وغیرہ۔لیکن ادب میں اس لفظ کا استعمال ایک خاص اصطلاح کے طور پر ہوتا ہے۔اپنے اصطلاحی معنوں میں خاکے سے مراد وہ نثری صنف ہے جس میں کسی شخص کی تصویر اس انداز سے کھینچی گئی ہو کہ کم سے کم لفظوں میں اس کے خارجی اور باطنی اوصاف سامنے آسکیں۔نثر کی دیگر اصناف ڈرامہ اور انشائیہ کی طرح خاکہ نگاری بھی اُردو ادب کی ایک مخصوص صنف ہے۔خاکہ نگاری یا اسکیچ ایک حد تک صنفِ مزاح سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہ صنف مزاح طنز، پھکڑپن یا ہجو کی حد کو نہیں پہنچا، فن خاکہ نگاری میں ایمانداری، قوت مشاہدہ، احسان تناسب اور مصورانہ مہارت کا امتحان ہوتا ہے۔یہی وہ صلاحیتیں ہیں جن کی بنیاد پر کسی شخصیت کی مرقع کشی مکمل اور کامیاب ہو سکتی ہے۔خاکے میں زندگی کے ہر پہلو کو سمو لینے کی بڑی صلاحیت ہے۔خاکے کے بارے میں خلیق انجم لکھتے ہیں:

"خاکے کا فن بہت مشکل اور کھٹن فن ہے۔اسے اگر نثر میں غزل کا فن کہا جائے تو غلط نہ ہو گا
جس طرح غزل میں طویل مطالب بیان کرنے پڑتے ہیں۔ٹھیک اسی طرح خاکے میں مختصر
الفاظ میں پوری شخصیت پر روشنی ڈالنی پڑتی ہے۔"(۲)

خاکہ نگاری اُردو ادب کی ایک مقبول صنفِ ادب ہے۔خاکے کے لیے ویسے موضوع کی تخصیص نہیں ہے لیکن زیادہ تر خاکے ایسے شخصیتوں کے لکھے گئے ہیں۔جنھوں نے فنونِ لطیفہ بالخصوص ادب، شاعری یا پھر کسی اور شعبہ حیات میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ان کا بڑا سبب یہ ہے کہ کن شخصیتوں کے کارناموں سے ہم متاثر اور مستفید ہوتے ہیں۔ان کی نجی زندگی کی تفصیلات جاننے کی خواہش بھی ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے۔اس کے علاوہ جب سے تحلیل نفسی کے نظریات کو فروغ ہوا ہے۔فن کاروں کی تخلیقات کے لاشعوری محرکات کا مطالعہ بھی ایک دلچسپ مشغلہ بن گیا ہے۔ہر صنف ادب کی طرح اس کے بھی اپنے فنی تقاضے اور مسائل ہوتے ہیں، جن سے خاکہ نگار یا خاکے کا ناقد روگردانی نہیں کر سکتا۔اُردو میں خاکے تو بہت لکھے گئے لیکن سوائے چند ایک مضامین کے خاکے کے فن کا مبسوط انداز میں جائزہ لینے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔خاکہ نگار اپنے ذوق سلیم کے سہارے ہی اس صنف میں طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔خوش قسمتی سے اُردو میں خاکہ نگاری کو پروان چڑھانے میں ایسے صاحب طرز ادیبوں نے اہم حصہ لیا جو افسانہ، انشائیہ یا مزاح نگاری کے فن پر قدرت رکھتے ہیں۔ان میں ایک نام ڈاکٹر سید امجد حسین کا بھی ہے۔ان کے خاکوں کے چار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جن چتراں والا کٹورہ، درمکتب، ہسدے وسدے لوگ اور چوتھا البم شامل ہیں۔"چوتھا البم "ڈاکٹر سید امجد حسین کے خاکوں پر مبنی چوتھی کتاب ہے۔اس کتاب کا عنوان ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنے عزیز دوست مرحوم فارغ بخاری کے خاکوں کے مجموعوں "البم اور دوسرا البم" سے مستعار لیا ہے۔اس کتاب میں 37 خاکے موجود ہیں۔ڈاکٹر سید امجد حسین کی خاکہ نگاری کے حوالے سے ناصر علی سید لکھتے ہیں:

"آغا جی نے بچپن سے لیکر اب تک اپنے دوستوں، عزیزوں، رفقائے کار اور قریب و دور سے دیکھے ہوئے لوگوں اور کرداروں کی یادوں کو نہ صرف حزجاں بنائے رکھا ہوا ہے بلکہ ان شخصیات کو آنے والے وقتوں کے لیے ایک فلمی دستاویز کی صورت میں محفوظ کر لیا ہے۔۔۔۔۔اور یہ جو انہوں نے اپنے لوگوں کے خاکے لکھنے کا ڈول ڈال رکھا ہے ایسی محبت پہلے کبھی دیکھی نہ سنی کی اس شہر خوباں کا ہر باسی ان کے دل اور یادوں میں بن کر جی رہا ہے اور وہ ان کرداروں کو پورے پروٹوکول کے ساتھ مزے لے لے کر بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔"(۳)

اچھا خاکہ وہی ہے جس میں کسی انسان کے کردار اور افکار دونوں کی جھلک ہو۔ خاکہ پڑھنے کے بعد اس کی صورت، سیرت اور اس کا مزاج، ذہن کی افتاد، اس کا زاویہ فکر، اس کی خوبی اور خامیاں سب نظروں کے سامنے آجائیں اور اس طور پر کہ شخصیت مرمریں مجسمہ یا شیطان کی شکل اختیار نہ کرے بلکہ یہ جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی ایک ایسی زندہ تصویر ہو جا حقیقت کو بھی شرما دے۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کی خاکہ نگاری کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر گلناز ارشد لکھتی ہیں:

"خاکہ لکھنا انتہائی مشکل اور کھٹن کام ہے یہ شخصیت کی دریافت اور انکشاف کا عمل ہے۔۔۔ شخصیت کو ستر پردوں میں بھی آشکارہ کرنا عام انسان کے بس کا روگ نہیں۔ اس کے لیے تو ایک ایسے ماہر قلم کار کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنے عمیق مشاہدے، وسیع مطالعے، دوررس نگاہ، گہری مردم شناسی کے جوہر اور دلکش اُسلوب سے شخصیت کے تشخص اور انفرادیت کو اجاگر کرے ۔یقیناً عمدہ خاکوں کی تخلیق باشعور، باسلیقہ، ذودنگاہ، گہرے قوت مشاہدہ اور خوشگوار اُسلوب کا مالک خاکہ نگار کر سکتا ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر سید امجد حسین ان تمام خوبیوں سے مزین خاکہ نگار ہیں، اب تک معتدد خاکے لکھ چکے ہیں۔ چوتھا البم ان کے خاکوں کی چوتھی کتاب ہے۔ خاکہ نگاری ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ ڈاکٹر امجد اس مشغلے کی تکمیل سے خود بھی طمانیت حاصل کرتے ہیں اور اپنے قارئین کو حظ و مسرت بہم پہنچاتے ہیں۔"(۴)

خاکہ ایک بہت مشکل دقیق ہے کہ لفظوں سے متحرک بنائیں اور پھر ان چلتی پھرتی نظر آنے والی تصویروں میں ایک خاص اٹکل سے مجلسی زندگی کے وہ رنگ بھریں جو بیک وقت دل اور آنکھوں کو اپنی گرفت میں لے لیں اور ان تصویروں سے ابھرنے والے خدوخال سے وہ کردار سامنے آئیں، جن سے دل و جان سے کئی رشتے استوار ہوں، یار ہے ہوں۔ یوں بھی اپنے ساتھ رہنے والوں کے بارے میں لکھنے کے سو سو بکھیڑے ہوتے ہیں کیونکہ ایسے کرداروں کی بات کرتے ہوئے مسلسل یہ احساس دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں کسی حروف سے محبتوں کے بے داغ شیشے میں بال نہ آجائے مگر دوسری طرف قلم کے قرض چکانے کے تقاضے یہ ہوتے ہیں کہ ایک امانت اپنے ساتھ رہنے والوں اور اپنے بعد آنے والوں کو پوری دیانت داری سے سونپنی ہوتی ہے۔ گویا یہ کسی ماہر بازیگر کی طرح رسے پر چلنے کا ہنر ہے۔ ذرا احتیاط کی چھڑی پر گرفت ڈھیلی ہوئی اور سفر تمام شد۔ ڈاکٹر سید امجد حسین اپنے خاکوں کی کتابوں میں سرخرو رہے ہیں اور کہیں بھی توازن کے لیے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی پر ان کی گرفت ڈھیلی نہیں پڑی ہے۔ قاری ان کی تحریر کی انگلی پکڑ کر ان کے ساتھ ساتھ ہنستا روتا ہوا چلتا ہے۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کی خاکہ نگاری کے حوالے سے وحیدہ ملک لکھتی ہیں:

"بابائے پشاور جو اس شہر کی مٹی میں گُندھے ہوئے ہیں، جب ہاتھ سے نشتر رکھ کر قلم پکرتے ہیں تو کتاب کے وجود میں آنے تک اسے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اس خوبصورتی سے شخصیات ،واقعات، حالات اور حادثات کو ضبطِ تحریر میں لائے ہیں کہ پڑھنے والے کو وہ کردار کتاب میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور پڑھنے والا سمجھتا ہے "ہم بھی وہی موجود تھے" فاضل مصنف کی تحریریں پڑھتے ہوئے ان کی یاداشت کی داد نہ دینا بھی زیادتی ہو گی۔ اس قدر جزئیات، نہ کوئی نام بھولا، نہ کوئی گلی اور نہ ہی کوئی بام و در۔ اس کے ساتھ ساتھ تاریخیں بھی یاد رکھنا اور واقعات کی کڑیاں ملانا بھی صرف انہی کا خاصہ ہے۔"(۵)

ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنے خاکوں میں اپنے ممدوحین کو غیر منطقی اور غیر حقیقی خوبیوں یا خامیوں سے نہیں سجایا ہے بلکہ ان کی شخصیت کے باطن میں جو مثبت یا منفی سچائیاں ہے انہیں بڑی ایمانداری کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اور یہی عمدہ خاکہ نگاری کا امتیاز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سید امجد حسین اپنے خاکہ نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"معاشرے کے تیکھے اور پھیکے رنگوں کو دیکھنا، پہچاننا اور اُن کے بارے میں لکھنا ہی میرے لیے خاکہ نویسی کی اساس ہے۔ جو دیکھا، جس طرح دیکھا اور جس روزن سے دیکھا، وہی بیان کر دیا۔ خاکہ نویسی بھی ایک لحاظ سے داستان گوئی ہے لیکن اس میں فکشن کا عنصر نہیں ہوتا۔ محض حقیقت بیان ہوتی ہے۔ بالکل ایسے جیسے کیمرے کی آنکھ سے ایک تصویر بنائی جائے۔ اسی آنکھ سے دیکھتے ہوئے میں نے ایسے خاکے بھی لکھے ہیں جو چند دوستوں کی نظر میں معیوب تھے، یعنی معاشرے کی ان ناپسندیدہ گوشوں کو آشکارہ کیا گیا ہے جنہیں لوگ اندھیرے میں رکھنا ہی پسند کرتے ہیں۔ ان کی حقیقت فراموشی یا حقیقت سے چشم پوشی اس دور کی طرف اشارہ کرتی ہے جب ادب برائے ادب کا نعرہ لگانے والے ادب برائے زندگی کو پروموٹ کرنے والوں کو نچلی نظر سے دیکھتے تھے۔(۶)

ایک پیدائشی قصہ گو کا انہماک اور مہارت، بے ساختگی اور تصنع سے مبرا انداز جس میں مصنف کو اپنے سر پر دانشوری کا تاج رکھ کر اس میں اضافی پر لگانے کی بیمار خواہش اکھڑے اکھڑے سانس لیتے دیکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی جہاں نوروی اور مہم جوئی سے حاصل کی گئی غیر معمولی قوتِ مشاہدہ کی داد حاصل کرنا مقصود ہے بلکہ ایک عجیب درویشانہ شان سے اپنے گرد و نواح اور اطراف و جوانب میں موجود کرداروں کا جائزہ لینا اور غیر محسوس طریقے سے کردار کے حلیے سے اس کے حال تک پہنچ جانا شاید کسی مسیحا کا ہنر ہے۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کی زندگی، شخصیت، کارناموں اور مختلف جہات میں بہترین کارکردگی اور صلاحیتوں کی قدرتی و اکتسابی مہارتیں ہی ان کی انفرادیت ہے۔ علم کے شجر کی بلند شاخیں جو آسمان کی جانب بانہیں پھیلائے ہیں لیکن اس کی جڑیں زمین کے سینے میں پیوست ہیں۔ جب بھی یہ دھرتی پکارتی ہے تو ڈاکٹر سید امجد حسین قدمے سخنے، دامے درمے ہر طرح سے حاضر ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کی خاکہ نگاری کے حوالے سے ناصر علی سید لکھتے ہیں:

"اپنے لوگوں کے لیے ڈاکٹر سید امجد حسین کا طرز احساس جتنا منزہ پوتر اور قابلِ رشک ہے اتنی ہی ان کی تحریر شگفتہ اور دل کے بہت قریب دوستوں کی طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھتی

ہے اور اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے ایسے شگفتہ اور دوستانہ تحریریں بہت کم کم نظر آتی ہیں۔ میرے نزدیک یہ خاکے نہیں ہیں مانو یہ ایک ہی خاکہ ان کے شہر خوباں پشاور کا خاکہ اور گزشتہ کل کے یہ جیتے جاگتے کردار دراصل اس شہر کے بھید بھری گلیاں ہیں جن سے گزرتے ہوئے ایک مانوس سی خوشبوں ہمیشہ ہم سفر اور ہم راز ہوتی ہے۔ انہی گلیوں میں زندگی جن کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر کبھی چلتی رہی آغاجی کو انہی کاندھوں پر سر رکھ کر باویدہ تم ان یادوں کے کانوں میں بیتے دنوں کی سرگوشیاں کرنا بہت بھاتا ہے۔"(۷)

ہر انسان فطری طور پر اپنے بچپن کو یاد کر کے خوش ہوتا ہے۔ یاد کرنے کے لیے وطن سے دور جانا ضروری نہیں۔ آبائی مکان کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہونا بھی ناسٹلجیا کو جنم دینے کا باعث بنتا ہے۔ اگر فرد کسی قریبی جگہ منتقل ہونے کے بجائے اپنے وطن سے باہر چلا جائے تو وطن اور بچپن کی یادیں اور بھی شدت سے بے چین کرنے لگتی ہیں۔ مصنف کے ہاں بھی ایسی ہی شدت پائی جاتی ہے اور وہ بہت ٹوٹ کر اپنے بچپن کے دن اور ماضی کے گلی محلوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ وطن سے دوری ہے۔ ڈاکٹر امجد حسین جب بیرون ملک امریکہ روانہ ہوئے تو ماضی کی کشش شدت کے ساتھ انھیں اپنی طرف کھینچنے لگی۔ وہ نہ صرف اپنے آبائی مکان کو یاد کرنے لگے بلکہ اپنے بچپن میں محلے کے گلی کوچوں کے خواب بھی دیکھنے لگے۔ اپنے تعلیمی اداروں کے ساتھ بچپن میں اپنی خالہ کے گھر گزارے دن کو بھی بہت دل آویزی اور دردمندی سے بیان کرتے ہیں۔ اُن کا دل و دماغ نفسیاتی طور پر ان جگہوں سے چپک کر رہ گیا جہاں انھوں نے اپنی زندگی کے زیادہ یا کم ایام گزارے۔

"ہماری خالہ ہم سب بچوں کو روزانہ دو دو آنے الاؤنس دیتی تھیں۔ جن سے ہم سنی بینک میں حلوائی کی دکان سے برفی خریدتے تھے۔ کبھی کبھی ایک کیک پیسٹری بیچنے والا، سائیکل کے کیریئر پر ایک سیاہ صندوق باندھے آتا تھا۔ اور ہم اس سے بند خریدتے تھے۔ صندوق بھی کیا تھا ایک عجائب گھر تھا۔ دو تہیوں والی صندوق میں کیک، پیسٹری، بن، کریم پف، مختلف قسم کے بسکٹ اور بہت کچھ پڑا ہوتا تھا۔ بچپن کے کھائے ہوئے وہ بن اب بھی یاد آتے ہیں۔"(۸)

گزشتہ کل کے ساتھ زندہ رہنا مناسب حکمت عملی نہیں مگر اسے یکسر فراموش کرنا بھی بہتر عمل نہیں کیونکہ نئے سفر کو خوشگوار بنانے کے لیے سابقہ تجربے ہی کام آتے ہیں۔ اسی خاکے میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"میرے لیے کوہ مری میں سیزن گزارنے کے ساتھ ساتھ خالو اور خالہ کے پرانے گھر واقع بازداراں دی گلی کی خوشگوار یادیں بھی میرے ذہن میں کندہ ہیں۔ وہ ایک بڑا مکان تھا جس میں خالہ کے علاوہ آغا صاحب کی بہن اور اس کی بیٹی بھی رہتے تھے۔ مکان کے کئی حصے زیر استعمال نہیں تھے۔ ان حصوں میں ہم خالہ زاد بھائیوں نے اپنی دنیا بسا رکھی تھی۔ جب میں خالہ کے گھر چند دن گزارنے جاتا تھا تو گھر لوٹنے پر جی نہیں کرتا تھا۔"(۹)

اللہ ہر انسان کو کسی نہ کسی تخلیقی ہُنر سے نوازتا ہے لیکن ہر ایک سے دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور جو اس ہنر کو دریافت کر لے وہ ڈاکٹر سید امجد حسین کی طرح خاکوں اور مضامین کے انبار لگا دیتا ہے۔ ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنی یاداشت کے سہارے اپنی زندگی میں رنگ بھرنے والوں، عام فہم زبان میں سپرد قلم کر دیا۔ جن کے سنگ زندگی کو جینا سیکھا، انہیں بھولے نہیں۔ ہلکا

پھلکا مزاح اور شوخی خاکوں کے طول و عرض میں کہیں کہیں ستاروں کی طرح جھلملاتا دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنے خاکوں سے اصلاح معاشرہ کا کام بھی لیا ہے۔ بہت سارے ایسے واقعات سہولت کے ساتھ لکھ دیے ہیں جنہیں پڑھتے ہوئے آنکھوں میں بے ساختہ دھواں بھر جاتا ہے اور حلق میں مکس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے پشاور کی گلیوں اور بازاروں میں پھرنے والی دوپٹہ سے بے نیاز ایک نیم برہنہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ غیر محسوس طریقے سے اپنے معاشرے کو برہنہ کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کے لکھے ہوئے خاکے پگلی سے اقتباس ملاحظہ کریں:

> "وہ چند سال اسی طرح بے مقصد گلیوں، بازاروں میں گھومتی رہی۔ لوگوں نے کوشش کی کہ پگلی اُن کے لیے دعا کریں یا ان کی منتیں پوری کرنے میں مدد کرے۔ لیکن وہ بے چاری اپنے آپ سے بھی غافل تھی۔۔۔ پھر دیکھنے میں آیا کہ پگلی کے چہرے پر ایک انوکھی روشنی دکھائی دینے لگی ۔کچھ نے اسے قدرت کا تحفہ ۔۔۔۔۔۔ لیکن چہرے کی روشنی کے ساتھ ساتھ اُس کا وزن بھی زیادہ ہو گیا۔ اور کوئی 4، 3 ماہ کے بعد اُس کا پیٹ آگے کی طرف ابھر آیا۔ تب لوگوں پر یہ عقدہ کھلا کہ پگلی حاملہ ہے۔۔۔ ایک پاگل عورت اسی شہر کے کسی باسی کے گناہ کا بوجھ اٹھائے بازاروں میں پھر رہی ہے۔۔۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اُسے مار دینے کی تجویز دی اور کہا کہ اسلام میں زنا کی سزا یہی ہے کہ مجرم کو سنگ سار کر دیا جائے۔ اُن ان پڑھ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی اور خصوصاً زنا بالا جبر کے کیس میں۔"(۱۰)

معاشرے کی روحانی ضروریات کو پورا کرنا ایک ادیب اور شاعر کا کام ہے اگر روحانی ضروریات کو وسیع تر مفاہیم میں پھیلا کر دیکھا جائے تو وہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کسی بھی قوم کی نفسیاتی صحت کا دارومدار اس قوم کے شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کی سچائی اور سماجی انصاف سے وابستگی پر ہے۔ روحانیت کی چابی ہی سچائی ہے۔ ایک ادیب اور شاعر کے پاس سب سے بڑا ہتھیار اس کی تحریریں اور قلم ہیں جس سے وہ جنگ لڑتا ہے۔ ادیب، شاعر، ناقد مبصر سب اپنے اپنے فرائض کو انجام دیتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر سید امجد حسین نے بھی پگلی کے خاکے میں ہمارے سماج میں موجود گندی اور غلط سوچ رکھنے والوں کو بے نقاب کیا ہے اور ساتھ میں یہ بھی بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح پشاور کے باسی ایک پاگل عورت جو خود سے بے خبر ہے کو اللہ کا ولی سمجھ کر اپنے لیے دعائیں مانگنے کا کہتے ہیں۔ اس خاکے میں ہماری سماج میں موجود چند غلط سوچ رکھنے والوں کو برہنہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنے تمام خاکوں کا محور مرکز پشاور کی اُن عجیب و غریب کرداروں کو بنایا ہے جو اپنی مخصوص لب و لہجہ، نفسیاتی الجھنیں، زبان، رسوم و روایات کی پاسداری، اقدار کی کشمکش اور تہذیب سے وابستگی کے وجہ سے ایک الگ شناخت اور مقام رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر سید امجد حسین کو تہذیب و معاشرت، تاریخ اور پرانی وضع داریوں سے بہت دلچسپی ہے۔ پشاوری تہذیب کے مٹتے ہوئے نقوش اور معاشرتی قدروں کی پامالی ان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے خاکوں میں ان مٹتے ہوئے کرداروں کی ایسی مرقع کشی کی ہے جن کے زریعے آنے والے نسلوں کے لیے تہذیبی نقوش کو محفوظ کر دیا۔ چوتھا البم میں شامل کچھ خاکوں کے عنوان اس طرح ہیں۔ حاجی کھول، لکھی فقیر، چاچا حکیموں، پگلی، گاڈر شاہ، کپتان صاحب، ایک قبرستان کے مکین، چاچا فجا، گھی کا گھڑا، یہ تمام خاکے ایک مخصوص طرز فکر اور طرز زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دراصل ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنے خاکوں کے ذریعے اپنے عہد کی تہذیب کے مختلف نقوش کو محفوظ کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ خاکہ نگاری ایک بہت ہی دلچسپ عمل ہے اور مشکل فن بھی جو کہ ہر شخص کے بساط و بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے قلم کار میں مہارتِ تامہ ضروری ہے۔ یہ سوانح نگاری کا حصہ ہوتے ہوئے بھی کسی حد تک اُس کے معنی میں اُس سے الگ ہے کہ یہاں خاکہ نگار ایک جانبدار شخص کی حیثیت سے شواہد و ثبوت کی روشنی میں شخصیت کو پیش نہیں کرتا، بلکہ یہ اُس شخص کے حوالے سے مشاہدات و تجربات کا اور اخذ و قبول کا ایک قسم کا تجزیاتی آئینہ ہوتا ہے انسان چاہے کتنا ہی اکیلا کیوں نہ ہو ایک سماجی وجود کی بنا پر دوسروں کی محفل میں چند لمحے گزارنے کی خواہش رکھتا ہے۔

دراصل دوسروں کو جاننے پہچاننے کی خواہش اس کی فطرت میں شامل ہے۔ یہ تمنا شاید اس لیے کہ وہ اپنی صلاحیتوں یا خوبیوں یا لغزشوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے ان کی سیرتوں کی پسندیدہ رُخ کو اپنے لیے چراغ راہ بنائے اور یوں اُن کے آئینے میں خود اپنا عکس دیکھ پائے۔ کہا جاتا ہے کہ آدمی کا بہترین مطالعہ آدمی ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن، تاریخ و فلسفہ اور شعر و ادب کے مطالعے کی تان کی بالا آخر انسان کے مطالعے پر ٹوٹتی ہے۔ دوسروں کو جاننے پہچاننے کی شدید تمنا نے ہی ادب میں سراپا نگاری، کردار نگاری، سوانح نگاری اور اس طرح کے دیگر اظہارات کو جنم دیا ہے۔ خاکہ بھی ان کے اظہارات میں شریک ہے اور مختلف زبانوں کے ادب میں اسے ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ قاری کے لیے انسان کی ایک کتابی صحبت فراہم کرتا ہے اور اس طرح کی صحبت بعض اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہے۔ مثال کے طور پر کئی مخصوص شخصیت سے ہماری ملاقات بالمشافہ ممکن نہ ہو تو خاکہ اس محرومی کا ازالہ کر سکتا ہے۔ ہم ایک بار نہیں بلکہ بار بار اس شخصیت کو دیکھ سکتے ہیں جس طرح چاہیں اور جس رُخ سے چاہے دیکھ سکتے ہیں اور جب چاہے اس کی محفل اُٹھ سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ,۲۷

۲۔ حسن احمد، بہار میں اُردو خاکہ نگاری، آزاد بُک سنٹر، پٹنہ، ۱۹۸۵ء، ص:۳

۳۔ ڈاکٹر سید امجد حسین، چوتھا البم، (مضمون: گزشتہ سال کا البم ہٹایئے صاحب از ناصر علی سید) لٹریری سرکل آف ٹولیڈو، امریکہ، ۲۰۲۳ء، ص:۶۔۷

۴۔ ڈاکٹر سید امجد حسین، چوتھا البم، فلیپ گلناز ارشد، لٹریری سرکل آف ٹولیڈو، امریکہ، ۲۰۲۳ء

۵۔ ڈاکٹر سید امجد حسین، چوتھا البم: مضمون (نشتر سے قلم تک) از وحیدہ ملک، لٹریری سرکل آف ٹولیڈو، امریکہ، ص:۱۰۔۱۱

۶۔ ڈاکٹر سید امجد حسین، چوتھا البم، لٹریری سرکل آف ٹولیڈو، امریکہ، ۲۰۲۳ء، ص:۲

۷۔ ڈاکٹر سید امجد حسین، چوتھا البم: مضمون (گزشتہ سال کا البم ہٹایئے صاحب) از ناصر علی سید، لٹریری سرکل آف ٹولیڈو، امریکہ، ص:۸

۸۔ ڈاکٹر سید امجد حسین، چوتھا البم، لٹریری سرکل آف ٹولیڈو، امریکہ، ۲۰۲۳ء، ص:۳۲

۹۔ ایضاً، ص:۳۴

۱۰۔　ایضاً، ص:۸۶۔۸۹

References in Roman Script:

1. Abul Ijaz Hafeez Siddiqui, Kashaf Tanqidi Istalhat, Islamabad, Muqatdara Qaumi Zuban, , p. 72
2. Hasan Ahmad,Bihar Mien Urdu Khaka Nigari, Azad Book Centre, Patna, 1985, p:3
3. Dr. Syed Amjad Hussain, Chotha Album, (Guzashta Saal Ka Abum Hataye Nasir Ali Syed) Literary Circle of Toledo, USA, 2023, pp. 7-6.
4. Dr. Syed Amjad Hussain, Fourth Album,(Flap) Gulnaz Arshad, Literary Circle of Toledo, USA, 2023
5. Dr. Syed Amjad Hussain, Fourth Album: Mazmoon (Nashtar se Qalam Tak) az Waheeda Malik, Literary Circle of Toledo, USA, pp. 11-10.
6. Dr. Syed Amjad Hussain, Fourth Album, Literary Circle of Toledo, USA, 2023, p:2
7. Dr. Syed Amjad Hussain, Fourth Album: Mazmoon (Guzashta Saal Ka Abum Hataye) by Nasir Ali Syed, Literary Circle of Toledo, USA, p:8
8. Dr. Syed Amjad Hussain, Fourth Album, Literary Circle of Toledo, USA, 2023, p.32
9. Ibid, p: 34
10. Ibid, p: 86-89